فکر و نظر............ اسلام آباد جلد: ۴۵ شمارہ: ۴

نام کتاب : حضرت مجدد اور پاکستان
مصنف : ڈاکٹر ظہور احمد ظہر
ناشر : دی یونیورسٹی آف فیصل آباد، فیصل آباد
سال اشاعت : ۲۰۰۸ء
صفحات : ۲۹۲
قیمت : درج نہیں
تبصرہ نگار : ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس*

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (۹۷۱ھ / ۱۵۶۴ء-۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) کا شمار ان اساطین امت میں ہوتا ہے جنھوں نے امت کی فکری و عملی تطہیر کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیۂ خام، اور علمائے سوء کے شر سے پیدا ہونے والے فساد پر کاری ضرب لگائی۔ سیاسی استحکام کے لئے اکبر نے جس فلسفہ کو پروان چڑھانے کی سعی نامشکور کی وہ آپ کی سعی جمیلہ سے فنا ہوا۔ آپ کے بعد برصغیر پاک و ہند کے جتنے صلحاء، مفکرین، اور سیاستدان گذرے وہ سب کے سب، کسی نہ کسی حوالہ سے آپ کی فکر کے خوشہ چین نظر آتے ہیں۔ برصغیر میں علم حدیث کے فروغ میں آپ کی فکر نے اہم کردار ادا کیا، جس کے اثرات کثیر الجہتی ہیں۔ اردو ادب بھی اس سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ ہی کی فکر کے ترتیب یافتہ افراد نے اردو کو ہندی کے اثرات سے پاک کرنے کی کوشش کی۔

آپ کی ان لازوال خدمات کا اعتراف ہر دور میں اہل قلم نے اپنے اپنے اسلوب میں کیا۔ زبدۃ المقامات، حضرات القدس، الجنات الثمانیہ سے لے کر جہان امام ربانی تک، کتنے ہی تذکرے آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نہ جانے دنیا کی کتنی زبانوں میں آپ کی فکر کا مطالعہ کیا جا رہا ہے، بیسویں صدی کے نصف ثانی سے اب تک آپ کی تعلیمات کے حوالہ سے کئی جہتوں پر قلم اٹھایا گیا۔

اس سلسلہ کی تازہ ترین کڑی ممتاز محقق و دانشور اور عربی زبان و ادب کے نامور استاد پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی زیر تبصرہ کتاب ہے۔ ''حضرت مجدد اور پاکستان'' میں دیباچہ کے بعد درج ذیل

☆ شعبہ اسلامیات، جی سی یونیورسٹی، لاہور

عنوانات کے تحت ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحقیقات پیش کی ہیں:

۱۔ منصب تجدید و احیائے دین اور حضرت مجدد
۲۔ عہدِ مجددی
۳۔ دیارِ مجدد الف ثانی
۴۔ خانوادۂ مجدد الف ثانی
۵۔ آئینہ حیات مجدد الف ثانی
۶۔ شہر لاہور اور حضرت امامِ ربانی
۷۔ حضرت مجدد اور علامہ اقبال
۸۔ اسلامی تصوف اور امامِ ربانی
۹۔ منصبِ نبوت و رسالت
۱۰۔ حضرت مجدد الف ثانی اور نظریہ پاکستان
۱۱۔ پاکستان کا مستقبل فکر مجدد کی روشنی میں
۱۲۔ بھولا بھالا مسلمان

اس کتاب کے مقصد و ہدف کی نشاندہی کرتے ہوئے ڈاکٹر ظہور احمد اظہر لکھتے ہیں ''برعظیم کی ملت اسلامیہ پر حضرت مجدد کا احسان ہے کہ انہوں نے ہندو کی حوصلہ شکنی اور مسلمانوں کو اس کی صحیح پہچان کروا کر نہ صرف پہلا ''ہندوشناس''،مسلم مفکر ہونے کا شرف پایا بلکہ مسلمانوں کے حوصلے بلند کر کے تحریک پاکستان کی راہ بھی ہموار کی، اگر شیخ سرہند نہ ہوتے تو شاید اقبال اور جناح بھی نہ ہوتے۔ اس مختصر سی کتاب میں اسی نقطۂ نظر سے امام ربانی مجدد الف ثانی کی تعلیمات اور کوششوں کا ایک مطالعہ پیش کیا گیا ہے'' (ص:۲۲)

زیر نظر کتاب میں تعلیمات شیخ سرہندی پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس دور کی باطل تحریکات اور خود تراشیدہ افکار کی بیخ کنی کے لئے آپ نے پر امن طریقے سے جدوجہد کر کے کس طرح صحیح نتائج حاصل کئے۔ آپ نے ہر شعبہ حیات کی اصلاح وتطہیر کے لئے ایک ہی اصول مقرر فرمایا اور اس کو سب شعبہ جات پر منطبق کیا۔ وہ اصول تھا، خود ساختہ افکار، فلسفہ، علمائے سوء اور صوفیۂ خام کو چھوڑ کر ''کتاب و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کی طرف آؤ''

ایک جگہ تصوف کی حقیقی روح کے حوالہ سے حضرت شیخ سرہندی کے کارنامہ کو ان الفاظ میں بیان

کیا ''اسلامی تصوف کے حقیقی خد و خال واضح کرنے کے لئے اور کتاب و سنت کو اصلاح احوال اور تزکیہ نفس کے لئے اصل بنیادیں ماننے اور منوانے کے لئے حضرت مجدد ''سالک صادق'' پر یہ واضح کر دیتے ہیں کہ اس راستے میں سرمو بھی انحراف نہ کرے جو رسول اللہ ﷺ نے اس مقصد کے لئے متعین فرمایا اور دارارقم و صفہ مسجد نبوی میں عملی طور پر اختیار کیا تھا، اس کے بغیر وہ اپنی منزل مقصود کو نہیں پا سکے گا اور گمراہی کے تاریک رستوں میں بھٹکتا رہے گا''۔ (ص:۱۵۳)

اس کتاب کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں کے مطالبہٴ پاکستان اور دو قومی نظریہ کے پس پردہ جو قوت محرکہ تھی وہ ''افکار مجدد الف ثانی'' تھے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کی ''ہندوشناسی'' کا شعور حضرت شیخ سرہندی کا ہی ودیعت کردہ ہے، ہندوشناسی کی تعریف خود ڈاکٹر صاحب نے ان الفاظ میں کی ہے ''اور ہندو سے معاملات کرتے وقت کسی کمزوری مشکل مجبوری کا اظہار کرنا اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا چلانا ہے ان حقائق سے آگاہی کا نام ہم نے ''ہندوشناسی'' رکھا ہے۔(ص:۲۶۳)

قائداعظمؒ نے علیحدہ وطن کی تگ و تاز کا آغاز اسی ہندوشناسی کی حقیقت سے مکمل آگاہی کے بعد کیا تھا۔ برصغیر میں اس نظریہ کو علمی اور عملی طور پر پیش کرنے والے شیخ سرہندی تھے، یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب آپ کو دو قومی نظریہ کا، برصغیر میں، پہلا پیش کنندہ سمجھتے ہیں اور اس حقیقت کو دلائل سے کتاب میں ثابت کیا گیا ہے۔

یہ کتاب دورِ حاضر اور مستقبل کے خطرات اور تحدیات سے نبرد آزما ہونے کے لئے فکر مجدد پر عمل کے لئے ابھارتی ہے۔ ''حضرت مجدد کی فکر صائب ہمارے پاکستان کے مستقبل کے لئے مشعل راہ ہے اس لئے نئی نسل کو فکر مجدد سے کما حقہ آگاہ رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے یہ جانتے ہوئے کہ سرسید، اقبال اور جناح سب زعمائے تحریک پاکستان حضرت مجدد کے خوشہ چین رہے ہیں''۔ (ص:۲۶۴)

کتاب میں بعض اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں جو ڈاکٹر صاحب نے گہرے مطالعہ اور مشاہدہ کے بعد وضع کی ہیں۔ جن میں ''ہندو شناسی''، ''مسلمانان ہندو مزاج''، ''مسلمانان ہندو نواز'' اور دین اکبری کے لئے ''معجون ضلالت'' وغیرہ یقیناً یہ اصطلاحات اپنے اندر ایک تاریخی اور فکری پس منظر رکھتی ہیں۔ بہرصورت یہ کتاب فکر مجدد کے سیاسی پہلوؤں کے بنیادی نکات اور اس کے اثرات سمجھنے کے لئے اساسی حیثیت رکھتی ہے۔ تاہم آئندہ ایڈیشن کے لئے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔

۱۔ کتاب کا نام اگر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور دو قومی نظریہ ہوتا تو شاید زیادہ مناسب ہوتا۔

۲۔ حوالہ جات کے جدید اسلوب کو ترک کیا گیا ہے جس کو محققین بنظر تحسین نہیں دیکھیں گے۔ بعض حوالہ جات کا اندراج ہی غلط ہو گیا ہے۔ مثلاً ص:۳۰ پر ڈاکٹر طہٰ حسین کی پاکستان کے بارے میں رائے کے لئے ،حوالہ نمبر۱۲، حوالہ جات میں حوالہ نمبر۹ کے تحت آیا ہے اور اس سے حوالہ جات کی ساری ترتیب بدل گئی ہے۔''حضرت مجدد الف ثانی اور نظریہ پاکستان'' کے عنوان سے مقالہ میں مسٹر گیرٹ (Garret) کی کتاب (حوالہ نمبر۶۔ص:۲۲۲) کے لئے مکتوبات امام ربانی کو بطور ماخذ درج کیا گیا ہے (ص:۲۹۱) جو یقیناً درست نہیں۔

۳۔ ص :۱۱۲، ۱۱۳ پر جہانِ امام ربانی کی جلد ۱۲ کے حوالہ جات ہیں حالانکہ اس کی صرف گیارہ جلدیں ہیں۔

۴۔ بعض حوالہ جات کے لئے ثانوی مآخذ کا سہارا لیا گیا ہے۔ (ص:۳۲) اور بعض جگہ حوالہ دیا ہی نہیں گیا۔ (ص:۲۶۴)

۵۔ پروف کی غلطیاں بھی کھٹکتی ہیں۔ص:۱۹۰ پر''دسیسے'' لکھا گیا جو دسیسہ ہونا چاہیے تھا۔ص ۱۶۶ پر Famerly لکھا گیا جوFormerly ہونا چاہیے تھا ، اسی طرح اور مقامات بھی ہیں۔

بایں ہمہ''پاکستانیت'' کا شعور اجاگر کرنے اور اس خطہ ارضی کے قیام کے محرکات جاننے اور اس کی قدر و قیمت کا احساس پیدا کرنے کے لئے ایک انتہائی جامع کوشش ہے۔ قیام پاکستان کے لئے فکری رہنمائی اور عملی جدوجہد کرنے والوں کی بصیرت اور بلند نگاہی جاننے کے لئے یہ کتاب انتہائی اہم نکات کی حامل ہے۔ امید ہے کہ صاحب کتاب فکری تنگدستی اور نظریاتی بیگانگی کے اس موسم میں، ''پاکستان شناسی'' کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرتے رہیں گے۔

☆☆☆☆☆